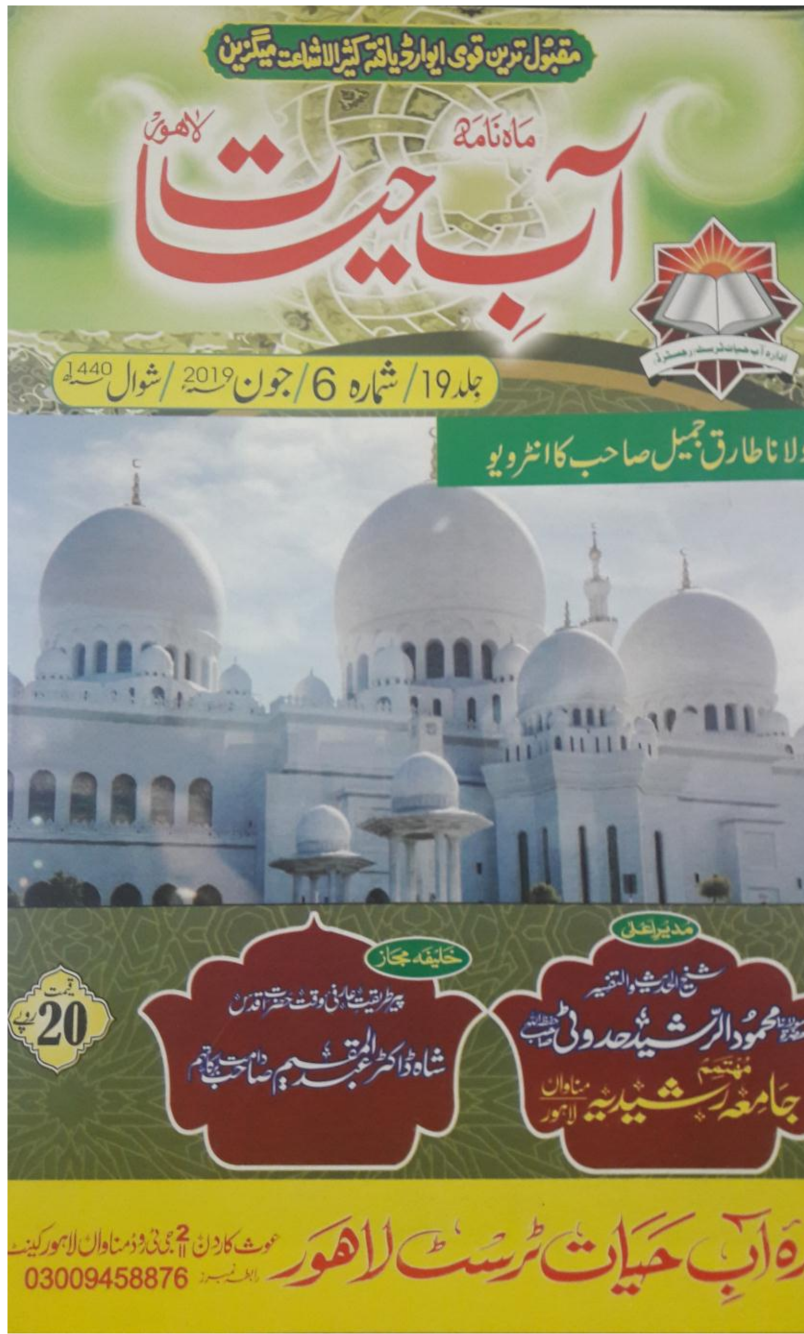


مقبول ترین قومی ایوارڈ یافتہ کثیر الاشاعت میگزین
ماہنامہ
آبِ حیات
لاہور
جلد 19 / شمارہ 6 / جون 2019ء / شوال 1440ھ
ولانا طارق جمیل صاحب کا انٹرویو
مدیر اعلیٰ
شیخ الحدیث والتفسیر
محمود الرشید حدوٹی صاحب
مہتمم
جامعہ رشیدیہ
مناواں
لاہور
خلیفہ مجاز
پیر طریقت عارف وقت حضرت اقدس
شاہ ڈاکٹر عبد المقیم صاحب دامت برکاتہم
قیمت
20
روپے
رہ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور
03009458876

حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے باقاعدہ منظور شدہ

ماہنامہ

آبِ حیات

لاہور

جلد ⑲ شمارہ ⑥ جون ۲۰۱۹، شوال ۱۴۴۰ھ

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا قاری عبدالسلام حدوٹی عباسی

مہتمم دارالقرآن جامعہ آن علیوٹ مری

مدیرِ اعلیٰ

مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی

خلیفہ مجاز

پیر طریقت عاشق وقت حضرت اقدس شاہ ڈاکٹر عبد المقیم صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قیمت فی شمارہ 20 روپے | سالانہ 350 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-0321-9458876
Mahmoodhadoti@gmail.com

ماہ نامہ آب حیات لاہور

جون ۲۰۱۹ء

دلی معذرت

گزشتہ ماہ ہمارے پیارے قارئین کو اس وقت ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا جب انہوں نے ماہ نامہ آب حیات کے شمارہ مئی کی فہرست دیکھی تو اس میں جن جن مضامین کا لکھا گیا تھا وہ اگلے صفحات پر موجود نہیں تھے، یہ فہرست اپریل ۲۰۱۹ء کے شمارے والی پرنٹ ہو گئی تھی، اس میں ادارہ کی غفلت شامل تھی، بروقت فہرست کی طرف کامل توجہ نہیں دی گئی، جس کے باعث مئی کے شمارے میں اپریل والے شمارے کی فہرست دوبارہ شائع ہو گئی، ہم اپنے کرم فرما اور مہربان جناب خالد محمود صاحب (کراچی) کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہماری توجہ ادھر متوجہ کروائی۔

پریشان کن حالات

محمود الرشید حدوٹی

غیر جانب دار حلقوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ کرسی اقتدار پر کون براجمان ہے، جماعتوں کے ساتھ منسلک لوگ اس بات پر فکر مند ہیں کہ ان کی جماعت اقتدار میں کیوں نہیں، سیاست دان اپنی اپنی راگنی راگنے میں مصروف ہیں، مقتدر طبقہ کے بارے میں ملک کے چاروں طرف سے انگشت نمائی ہو رہی ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہے کہ آخر ان کی آنکھوں کے سامنے کیا ہو رہا ہے۔

اقتدار میں آمد سے پہلے پورے ملک میں ان لوگوں نے ایک ادھم مچار کھا تھا، لوگوں کو سبز باغ دکھائے جاتے تھے، لوگوں کو یہ سمجھایا جاتا تھا کہ تحریک انصاف کے بر سر اقتدار آنے کے بعد ملکی حالت بہت اچھے ہو جائیں گے، مقتدر طبقہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ تحریک انصاف کے پاس بہت مضبوط، بہت عمدہ، بہت ٹیلنٹ والی ٹیم ہے، جو ملک کے نظم ونسق کو سنبھال لے گی، ملک کے حالات بہتر کر دے گی، پرانی جماعتوں کو بار بار آزمانے والے لوگ بھی خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ شاید واقعی ان کے آنے سے یہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی۔

مگر ملکی حالات وواقعات شاہد ہیں، جولائی ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں کامیاب ہونے والی یا کامیاب کرائی جانے والی، منتخب ہونے والی یا منتخب کی جانے والی یہ حکومت جس کی باگ ڈور جناب عمران خان کے ہاتھ میں ہے بری طرح ناکام ہو چکی ہے، اس کی پالیسیاں جگ ہنسائی اور تماشے کا باعث بن رہی ہیں۔

اس حکومت کے وزیر خزانہ جناب اسد عمر اقتدار میں آنے اور وزیر خزانہ بننے سے پہلے زمین وآسمان کے قلابے ملاتے نہیں تھکتے تھے، وہ پچھلی حکومت کو عوام دشمن حکومت سمجھتے تھے، مگر جب انہیں اس حکومت کا وزیر خزانہ بنایا گیا تو انہوں نے زبان وکلام سے بم وبارود جو برسایا وہ تو برسایا ہی تھا اس کے ساتھ ملکی معیشت کی چولیں بھی ہلا کر رکھ دیں، مہنگائی کے جان لیوا پاٹوں تلے دبی ہوئی عوام پر مزید مظالم کے پہاڑ توڑ ڈالے، بار بار منی بجٹ پیش کرتے رہے، ان کی ناکام معاشی پالیسیوں کے باعث ہی اس وقت ملک میں لوگ سخت پریشان ہیں، ان سے حالات سنبھالے نہ گئے تو بالآخر جو لوگ انہیں اقتدار میں لائے تھے انہی کے اشارے پر ان کی چھٹی کرادی گئی، ان کی جگہ ایک غیر منتخب شخص کو مشیر خزانہ بنایا گیا، ادھر آئی ایم ایف کا نمائندہ سٹیٹ بنک کا گورنر بنادیا گیا۔

ملکی حالات اس قدر دگرگوں ہیں کہ کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ملک کس سمت چل رہا ہے، کچھ لوگوں کی زبانوں پر یہ جملے عام ہیں کہ پاکستان کو آئی ایم ایف (عالمی مالیاتی ادارہ) کے ہاں گروی رکھ دیا گیا ہے۔

ملک سیاسی لحاظ سے انتہائی عدم استحکام کا شکار ہو چکا ہے، ہر شخص ٹینشن کا شکار ہورہا ہے، حکومتی اداروں میں رشوت کے ریٹ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں، افسر شاہی کی من مانیوں کا یہ عالم ہے کہ کوئی کسی کا کام کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، نیب نامی ادارہ روزانہ نئے نئے انکشافات کر کے حکمرانوں کو خوش کرنے میں مصروف ہے، آج اتنے لوگوں کی کرپشن پکڑ لی گئی ہے، آج اتنے لوگوں کے گھپلے سامنے آئے ہیں، ملک کا بیڑہ غرق کرنے میں حکمرانوں کے ساتھ ساتھ اس ادارے کا بھی بڑا نمایاں کردار سامنے آرہا ہے، کئی حلقے تو اس ادارے کو سخت الفاظ میں یاد کر رہے ہیں،

یہ ادارہ اپنی ساکھ بری طرح کھو چکا ہے، اس کے ہاں وہ لوگ قابل گرفت ہیں جو حکومت سے باہر ہیں اور وہ قابل ستائش ہیں جو تخت شاہی پر جلوہ افروز ہیں اور یہ بات ملکی سالمیت کے لیے کوئی نیک شگون نہیں ہے۔

ہماری عدلیہ کا یہ حال ہے کہ اس پر تبصرہ یا اس کے من مانے فیصلوں پر تنقید کو توہین عدالت قرار دیا جاتا ہے، مگر عدل و قضا کے قلم سنبھالنے والے قضاۃ جو کچھ کر رہے ہیں وہ انتہائی نامناسب ہے، اس کی ایک مختصر سی مثال میں عرض کروں کہ ایک قاضی نے غیر قانونی عمارات کو مسمار کرنے کا حکم دے ڈالا، ان غیر قانونی عمارات میں وزیر اعظم عمران خان کی بنی گالہ کی سرزمین بھی تھی، غریبوں کی جھونپڑیاں اور مکانات بھی تھے، مگر اعلیٰ عدلیہ کا انصاف دیکھیے، عدل کے الگ الگ پیمانے ملاحظہ کیجیے کہ عمران خان کے لیے کہا گیا کہ وہ جرمانہ ادا کر کے اپنی غیر قانونی پراپرٹی کو قانونی کروالیں، جب کہ غریبوں کی بستیوں کی بستیاں کھنڈرات میں تبدیل کروادی گئیں۔

حزب اختلاف کے لوگ اس حکومت کی غیر سنجیدہ پاکستان دشمن پالیسیوں پر ٹاک شوز میں دلائل سے باتیں کرتے رہتے ہیں، جانکار لوگ جانتے بھی ہیں، دیکھتی آنکھیں دیکھتی اور سنتے کان سن رہے ہیں کہ یہ حکومت کیا کر رہی ہے۔

مہنگائی کا ایک طوفان ہے، جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا، پیٹرول مہنگا، ڈیزل مہنگا، اشیائے خورد و نوش مہنگی، بازار کا رخ کرتے ہوئے آدمی جھجکتا ہے، بجلی انتہائی مہنگی کر دی گئی ہے، گیس کے بل ہی ناقابل برداشت حد تک آنے لگے ہیں، ڈالر کے ساتھ ملکی معیشت کو نتھی کیا گیا ہے، اللہ جانتا ہے کہ کس کے اشارے پر ڈالر ایک سال کے اندر اندر پچاس روپے کے قریب مہنگا کر دیا گیا ہے، یوں ایک سال پہلے جس ڈالر کا

ریٹ ایک سو روپے تھا اب ڈیڑھ سو کے قریب پہنچ چکا ہے، اس بناء پر بھی مہنگائی نے خوفناک انگڑائی لی ہے۔

ٹیکسوں کی بھرمار ہے، ہر چیز پر ٹیکس لگادیا گیا ہے، یہاں تک کہ اعلیٰ عدلیہ کے قاضی القضاہ نے موبائل کارڈز پر لگائے جانے والے ظالمانہ، بے رحمانہ جگا ٹیکس کو ختم کرنے کا اعلان کیا تھا، جس پر لوگوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ رقصاں ہوئی تھی، مگر کیا کیا جائے اسی عدالت کے دوسرے جج نے موقع ملتے ہی موبائل لوڈز پر وہ جگا ٹیکس پھر بحال کردیا، یہ ظلم ہے، یہ زیادتی ہے، رب العالمین جو سب کچھ اس انسان کو عطا کر رہا ہے اس نے صاحب حیثیت لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جگہ جگہ قرآن کریم میں زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے، اس رب نے بھی اس قدر زکوٰۃ نہیں مانگی جس قدر یہ جگا ٹیکس مانگا اور لیا جارہا ہے، زکوٰۃ سو روپے پر ڈھائی روپے فرض ہے، جب کہ ایک سو روپے کے موبائل لوڈ پر پچیس تیس روپے کاٹے جاتے ہیں۔

ادھر ایک اور ظلم یہ کیا جارہا ہے کہ حکومت دینی مدارس کو اپنے کنڑول میں کرنا چاہتی ہے، نصاب تعلیم پر وزارت تعلیم کی تلوار لٹک رہی ہے، مدارس کو محکمہ تعلیم کے تحت کرنے کی باتیں ہورہی ہیں، یہ بھی ظلم ہے، محکمہ تعلیم میں بیٹھے ہوئے علم و عرفاں سے عاری اور تہی لوگوں کو کیا معلوم کہ دینی مدارس کا نصاب کیا ہے، اس پر وفاق المدارس، بلکہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث وفاقوں کے نمائندوں نے اپنی اپنی جگہ خبر لی ہے مگر سب سے دبنگ آواز اور آہنگ مولانا فضل الرحمان صاحب کی تھی، جس میں انہوں نے حکمرانوں کو جھنجوڑا ہے، انہیں للکارا ہے کہ وہ اپنی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے باز آجائیں، حکمران بیرونی دنیا کو شاید خوش کرنے کے لیے ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔

دینی حوالے سے بھی اس حکومت کے عزائم درست نہیں ہیں، ختم نبوت کے بارے میں پالیسی واضح نہیں ہے، اسی لیے تو ملک بھر میں کوئی ایک درجن کے قریب ملین مارچ جمعیت علماءاسلام نے کیے، جن میں لوگوں کو یہ باور کرایا گیا کہ یہ حکومت قادیانی نواز ہے۔ حکمرانوں کو اپنے ان ناپاک عزائم سے باز رہنا چاہیے۔

ہم حکمرانوں سے یہی عرض کریں گے کہ نیک نامی کمائیں، بدنامی ان کے حال اور مستقبل دونوں کے لیے کسی لحاظ سے اچھی نہیں ہے، اچھے اقدامات کیجیے، ایسی پالیسیاں وضع کیجیے جن سے ہر پاکستانی کو فائدہ پہنچے، دکھلاوے کی باتیں نہیں کرنا چاہییں، اپنے سے پہلے والے حکمرانوں سے عبرت حاصل کریں، یہ کرسی اگر کل ان کے پاس تھی تو آج نہیں ہے، اسی طرح کل کلاں یہ کرسی آپ کے پاس بھی نہیں رہے گی، یہاں ان لوگوں کی وردیاں تک پاش پاش ہو گئیں جو کہا کرتے تھے کہ ہماری وردی چمڑی کا حصہ بن چکی ہے، آج ان کی فریادیں دبئی کے ہسپتال سے برج الخلیفہ کی فلک بوس چوٹیاں سن رہی ہیں۔

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی

مناواں لاہور کینٹ

۵ مئی ۲۰۱۹ء ۹ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ گیارہ بجے شب۔



انسان اور شیطان کی باہمی دشمنی

سوال انسان اور شیطان کے درمیان ظاہراً عداوت اور دشمنی کی ابتدا کب ہوئی ہے؟

جواب آدمؑ اور حواء کے درخت میں سے کھانے اور جنت سے زمین کی طرف اترنے کے بعد ان کے درمیان دشمنی کا آغاز ہوا، قرآن حکیم بتاتا ہے،

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (٣٦)البقرة

پھر شیطان نے ان کو وہاں سے ڈگمگایا پھر انہیں اس عزت و راحت سے نکالا کہ جس میں تھے اور ہم نے کہا تم سب اترو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا ہے اور سامان ایک وقت معین تک۔

یوں تو شیطان نے جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تب سے یوں محسوس کیا جا سکتا ہے کہ شیطان کی طرف سے ایک حاسدانہ کشمکش کا آغاز ہو گیا تھا، مگر اس وقت حضرت آدم کے دل میں شیطان سے اس کا انتقام لینے یا اس کے ساتھ اس طرح کا رویہ روا رکھنے کا خیال نہیں تھا، لیکن جب شیطان نے اپنا کرتب دکھایا، سانپ کے منہ میں بیٹھ کر اس نے آدم علیہ السلام کو گندم کا دانہ کھلایا، پہلے اماں حواء کو بہکایا، جب انہوں نے گندم کا دانہ کھالیا تو آدم علیہ السلام

کوانہوں نے تیار کیا کہ آپ بھی اسے کھالیں، میں نے بھی کھایا ہے، مجھے گندم کا دانہ کھانے سے کوئی نقصان نہیں ہوا ہے، یہ سن کر آدم نے بھی گندم کا دانہ کھالیا، پھر وہاں سے ادھر ادھر بھاگنے لگے، اللہ نے فرمایا کہ آدم آپ مجھ سے بھاگ رہے ہیں، اس پر آدم نے فرمایا کہ اللہ بھاگ نہیں رہا مجھے آپ سے حیا آرہی ہے، میں شرمندہ ہوں، پھر اللہ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ آدم کو جنت سے باہر کیا جائے مگر ان کے ساتھ کوئی سختی نہ کی جائے، اس پر حضرت جبریل انہیں عزت کے ساتھ ہاتھ سے پکڑ کر جنت سے باہر لائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاں انہیں جنت سے زمین کی طرف نکلنے کا حکم دیا وہاں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، ان میں حضرت آدم، اماں حواء اور شیطان کی دشمنی مراد ہے، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر در منثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ

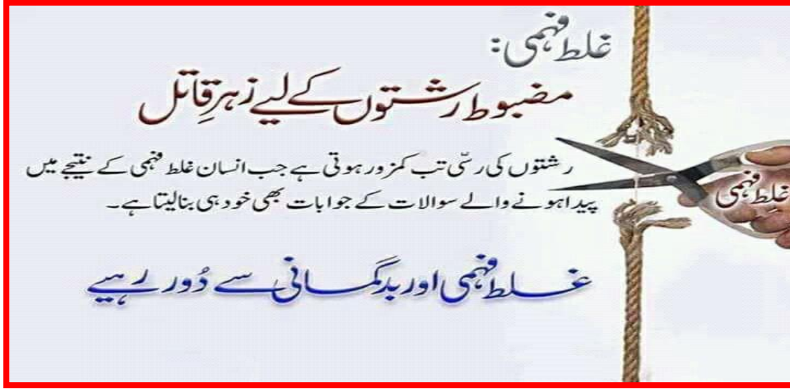
سُئِلَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَن قتل الْحَيَّات فَقَالَ: خلقت هِيَ والإِنسان كل وَاحِد مِنْهُمَا عدوّ لصَاحبه،إِن رَآهَا أفزعته وَإِن لدغته أوجعته فَاقْتُلْهَا حَيْثُ وَجدتهَا(تفسیردرمنثورج۱ص۱۳٤)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سانپ کومارنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سانپ، انسان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے دشمن پیدا کیے گئے ہیں، اگر وہ اسے دیکھتا ہے تو اس سے ڈر جاتا ہے اور اگر وہ اسے ڈس لے تو اسے تکلیف دیتا ہے، اس لیے جب تم اسے دیکھو تو قتل کر ڈالو۔

قرآن کریم میں لفظ اعداء کی بجائے عدو استعمال کیا گیا ہے، ابن فارس کہتے ہیں کہ یہ لفظ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کی صلاحیت رکھتا ہے، ابلیس آدم اور اولادِ آدم دونوں کا دشمن ہے، ان کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور انہیں ہر طرح کے فتنے میں

مبتلا کرتا ہے، ابن آدم اس کے مکر و دجل سے بچنے کے لیے اس پر لعنت کرتا ہے، ابن آدم کے درمیان دشمنی ایک دوسرے کے ساتھ دنیوی باتوں میں حسد کرنا ہے، دین کی باتوں میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنا ہے، شیطان ے ساتھ اولادِ آدم کی دشمنی دین کی وجہ سے ہے، جب تک دین باقی ہے ان کے درمیان دشمنی ختم نہیں ہو سکتی، سانپ اولادِ آدم کا دشمن ہے اور وہ اس کے دشمن ہیں، وہ ان کو ڈستا ہے اور یہ اس کا سر کچلتے ہیں، ان کے درمیان دشمنی طبعی ہے، جب تک طبیعتیں موجود ہیں تب تک ان کے درمیان دشمنی ختم نہیں ہو سکتی۔

شیطان کی آدم علیہ السلام کے ساتھ دشمنی حسد اور استکبار کی وجہ سے ہوئی یہاں تک کہ اس نے انہیں دھوکہ دیا اور جنت سے نکلوادیا، ان کی اولاد کے ساتھ شیطان کی دشمنی یہ ہے کہ وہ ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور انہیں کفر اور نافرمانی کی طرف بلاتا ہے، آدم علیہ السلام کی شیطان کے ساتھ اللہ کے حکم کے تحت دشمنی ہے جیسے اللہ نے قرآن کریم کی آیت فاطر (٦) میں فرمایا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اسے اپنا دشمن ہی سمجھو، سورۃ الاعراف کی آیت ۲۷ میں اللہ نے اولادِ آدم کو خبر دار کیا کہ شیطان تمہیں کہیں آزمائش میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا۔





صاحب استطاعت پر حج کی فرضیت

صاحب استطاعت شخص پر حج فرض ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا

{وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا} [آل عمران: ۹۷]

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر حج فرض کیا ہے جو اس کی طرف سفر کرنے کی طاقت رکھتے ہیں

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی روشنی میں بہت اچھی طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بیت اللہ شریف کا حج ہر اس شخص پر فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہے، صاحب استطاعت شخص پر حج فرض قرار دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کی روشن تعلیمات سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ حج اسلام کا حصہ ہے، اور اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے۔

حضرت یحیٰ بن یعمر فرماتے ہیں کہ

انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَاجَّيْنِ وَمُعْتَمِرَيْنِ، فَقُلْنَا: لَوْ أَتَيْنَا رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِينَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ ذَاتُ يَوْمٍ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، وَلَا نَعْرِفُهُ فَدَنَا حَتَّى وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ وَوضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: «أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ

مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتِ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا» قَالَ: صَدَقْتَ(صحيح ابن خزيمہ)

میں اور حُمید بن عبدالرحمان دونوں حج وعمرہ کرنے کے لیے چل پڑے، ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کسی سے مل لینا چاہیے، چنانچہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر سے ملے، حضرت ابن عمر نے ملاقات کے بعد فرمایا کہ مجھے حضرت عمر نے بتایا، فرماتے ہیں کہ اسی دوران کہ ہم ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ بہت زیادہ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی آیا، بہت سیاہ بالوں والا، ہم اسے نہیں پہچان رہے تھے، پھر وہ شخص قریب ہو گیا، یہاں تک کہ اس نے اپنے گھٹنے رکھ دیے اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی دونوں رانوں پر رکھ دیے، پھر اس نے کہا، اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے، کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ کہ تو نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ ادا کرے، اور رمضان کے روزے رکھے اور اگر تو طاقت رکھے تو بیت اللہ کا حج کرے، اس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت عمر سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

إِنَّ الْإِسْلَامَ بُنِيَ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (صحيح ابن خزيمہ)

بے شک اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح۔ رحمت دوعالم ﷺ نے اسلام کو ایک محل کے ساتھ تشبیہ دی، آپ ﷺ نے اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم فرمائی، ان پانچ میں حج بیت اللہ شریف آخری اور تکمیلی رکن ہے، صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار حج فرض ہے، حج کا ایک خاص موسم ہوتا ہے، یہ ذوالحجہ کے مہینہ میں مخصوص دنوں میں کیا جاتا ہے، معین اور مقررہ وقت پر دیوانوں، مستانوں اور پروانوں کی مانند اللہ کے عالی دربار میں حاضری کا نام حج ہے۔

حج کی ادائیگی میں رحمت کائنات ﷺ کے سکھائے اور بتائے ہوئے طریقوں کو اختیار کیا جاتا ہے، آپ ﷺ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں اور طریقوں کی نقل اتاری جاتی ہے، دو سفید چادروں میں ملبوس ہو کر لبیک اللھم لبیک کی ایمانی، ایقانی اور توحیدی صداؤں سے اپنے ایمان کو گرمانے اور اپنی درماندگی اور عاجزی وانکساری کا اظہار کیا جاتا ہے۔

امر ربی کو بجالاتے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے، مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بنایا جاتا ہے، صفا اور مروہ پہاڑیوں کے بیچوں بیچ سعی کی جاتی ہے، عرفات کے میدان میں کھلے آسمان تلے وقوف عرفہ کیا جاتا ہے، عرفات سے کوچ کرتے ہوئے رات کو مزدلفہ کی پہاڑیوں میں کھلے آسمان تلے رات گزاری جاتی ہے، پھر یاد ابراہیم میں شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں، پھر سنت ابراہیمی کے احیاء کی خاطر جانور قربان کیا جاتا ہے، پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے پھر سر پر استرا پھیر کر حلق کروایا جاتا ہے، یہ سارے مناسک بطور عبادت کیے جاتے ہیں، یہ رب تعالیٰ کو خوش کرنے اور راضی کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں، انہی مناسک کی ادائیگی کو حج البیت سے تعبیر کیا گیا ہے، انہی مناسک کی ادائیگی کے بعد یہ بشارت سنائی گئی ہے کہ یہ شخص آج ایسا ہو گیا جیسے آج ہی شکم مادر سے دنیا میں آیا ہے۔

جس طرح نماز، روزہ، زکٰوۃ کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اسی طرح حج کے وجوب کا انکار کرنے والا کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔

علماء کرام کے ہاں راجح قول کے مطابق سنہ ۹ میں حج فرض ہوا تھا، حج کی فرضیت کے اگلے سال یعنی سنہ ۱۰ ہجری میں حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے سانحہ رحلت سے تین ماہ پہلے اپنے جانثاروں، فداکاروں، رضاکاروں کے ہمراہ حج فرمایا تھا، اس حج کو حجۃالوداع کہا جاتا ہے، اسی حج کے دوران عرفات کے میدان میں آپ ﷺ پر دین کی تکمیل کا اعلان ہوا تھا، جس کا قرآن کریم کی سورۃ المائدہ میں تذکرہ موجود ہے کہ آج میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کیا ہے، اور آج میں نے اپنی نعمت تم پر مکمل کی ہے۔

سعادت منداور بختاور ہے وہ حاجی جو مخلصانہ جذبات کے ساتھ، خلوص نیت کے ساتھ اپنے رب کی عالی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے، اپنے پروردگار کو راضی اور خوش کرنے کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، ایسے مخلص اور نیک نیت حاجی کا حج حج مبرور کہلاتا ہے، حج مبرور کے لیے نبی کریم ﷺ کی ادعیہ میں ذکر ملتا ہے۔

حج مبرور کی اور بھی کئی علامات اور نشانیاں ہوں گی، مگر ان میں ایک اہم نشانی یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد جب بندہ کے دل میں پھر وہاں جانے کا شوق پیدا ہو تو سمجھ لیا جائے کہ پہلے والا حج قبول ہو گیا ہے، اگر ایک بار حج کرنے کے بعد دوبارہ وہاں جانے کا جی نہ چاہے تو یہ خطرے کی بات ہے، اس لیے انسان سرزمین حرمین شریفین کے ان مقامات پر جہاں دعائیں شرف قبولیت پاتی ہیں اپنے کو قبول کروائے۔

حج میں مشقت اٹھانا پڑتی ہے، دور دراز کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے، انسان کو سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی مشقت پر اللہ جنت عطا فرمائیں گے، اور جنت نیک اعمال پر ملنے والا بڑا صلہ ہے۔

حج جلدی ادا کرنا

شیخ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کعبہ کے اٹھائے جانے کی وجہ سے حج کے فوت ہونے کے خطرے کے پیش نظر جلدی حج ادا کرنے سے متعلق باب باندھا ہے، اس لیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ کعبہ دو بار پہلے شہید ہو چکا ہے، اس کے بعد اٹھالیا جائے گا، اس لیے اس وقت سے پہلے پہلے حج ادا کر لینا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

«اسْتَمْتِعُوا مِنْ هَذَا الْبَيْتِ؛ فَإِنَّهُ قَدْ هُدِمَ مَرَّتَيْنِ وَيُرْفَعُ فِي الثَّالِثِ»

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: " قَوْلُهُ: «يُرْفَعُ فِي الثَّالِثِ» ، يُرِيدُ بَعْدَ الثَّالِثَةِ، إِذْ رَفْعُ مَا قَدْ هُدِمَ مُحَالٌ؛ لِأَنَّ الْبَيْتَ إِذَا هُدِمَ لَا يَقَعُ عَلَيْهِ اسْمُ بَيْتٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ بِنَاءٌ

بیت اللہ سے فائدہ اٹھالو کیونکہ یہ دو بار منہدم ہوگا اور تیسری بار اٹھالیا جائے گا۔

امام ابو بکر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ تیسری بار اس کی عمارت اٹھالی جائے گی کا مطلب یہ ہے کہ تیسری بار منہدم ہونے کے بعد اٹھالیا جائے گا کیونکہ منہدم شدہ کو اٹھانا محال ہے، کیونکہ جب گھر گر جائے اور وہاں کوئی عمارت باقی نہ رہے تو اسے بیت (گھر) کا نام نہیں دیا جاتا۔ علامہ شیخ ناصر الدین البانیؒ نے اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

بیت اللہ کب اٹھایا جائے گا؟

نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ شریف کے اٹھائے جانے کی پیشین گوئی فرمائی تھی، اہل علم و عرفاں کہتے ہیں کہ قرب قیامت میں جب یاجوج ماجوج نکلیں گے ان کے ایک عرصہ بعد خانہ کعبہ کو اٹھالیا جائے گا، یاجوج ماجوج کے نکلنے سے پہلے یہ کام نہیں ہوگا، اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور لوگ عمرہ ادا کریں گے۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

«لَيُحَجَّنَّ هَذَا الْبَيْتُ، وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ، وَمَأْجُوجَ» ، وَقَالَ أَبُو قُدَامَةَ: «بَعْدَ يَأْجُوجَ، وَمَأْجُوجَ» ، وَقَالَ أَبُو مُوسَى: «لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ»

(صحیح ابن خزیمہ)

یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی اس بیت اللہ کا حج و عمرہ ضرور کیا جائے گا۔

حضرت ابو قدامہ کی روایت میں ہے کہ یاجوج ماجوج کے بعد بھی حج و عمرہ ہوتا رہے گا، اور بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت میں ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد اس گھر کا حج ضرور کیا جائے گا۔

تشریح۔ یاجوج ماجوج نسل آدم سے ہیں۔ حضرت نوح (علیہ السلام) کے لڑکے یافث کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل ترک ہیں یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے، ان کے قد ایک ایک بالشت، دو دو بالشت ہوں گے، ان میں سب سے لمبے قد کا بندہ تین بالشت کا ہوگا، یہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار سے باہر ہی چھوڑ دیے گئے تھے۔ آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ اللہ کے وعدے کے وقت اس کا چورا چورا ہو جائے گا میرے رب کا وعدہ حق ہے۔

قرآنی آیت کے مطابق یاجوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچادیں گے۔ ہر اونچی جگہ کو عربی میں حدب کہتے ہیں۔ ان کے نکلنے کے وقت ان کی یہی حالت ہوگی تو اس خبر کو اس طرح بیان کیا جیسے سننے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی خبر کس کی ہوگی؟ جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ ہو چکی ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے۔

ابن عباس نے لڑکوں کو اچھلتے کودتے کھیلتے دوڑتے ایک دوسروں کی چٹکیاں بھرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا تھا کہ اسی طرح یاجوج ماجوج آئیں گے۔

بہت سی احادیث میں یاجوج ماجوج کے نکلنے کا ذکر ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ہے

« وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ « الأنبياء :۹٦»

(یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے)اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

وہ چھاجائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اپنے جانوروں کو بھی وہی لے لیں گے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے، یاجوج ماجوج بحیرہ طبریہ سے گزریں گے اس کا پانی صفاچٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگے گی۔

ان کی دوسری جماعت جب وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی شاید اس میں کسی زمانے میں پانی ہوگا۔ جب یہ دیکھیں گے کہ اب زمین پر کوئی نہ رہا اور واقع میں سوائے ان مسلمانوں کے جو اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ گزیں ہوں گے کوئی اور وہاں ہوگا بھی نہیں تو یہ کہیں گے کہ اب زمین والوں سے تو ہم فارغ ہوگئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کی طرف پھینکے گا قدرت الٰہی سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہوگی اب ان کی گردنوں میں گلٹی ہو جائے گی اور اسی وبا میں یہ سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم مر جائیں گے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔

سارا شور وغل ختم ہو جائے گا مسلمان کہیں گے کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کے لئے ہتھیلی پر رکھ کر شہر کے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس

حال میں ہیں؟ چنانچہ ایک صاحب اس کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اپنے آپ کو قتل شدہ سمجھ کر اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی خدمت کے لئے نکل کھڑے ہوں گے دیکھیں گے کہ سب کا ڈھیر لگ رہا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسی وقت ندا کرے گا کہ مسلمانو! خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائیں گے ان کے لئے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہو گا یہ ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔

شارح مشکٰوۃ فرماتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو بھیجیں گے وہ زمین سے قرآن کریم اٹھالیں گے، علم اٹھالیں گے، حجر اسود اٹھالیں گے، مقام ابراہیم اٹھالیں گے، تابوت موسیٰ اٹھالیں گے، نیل وفرات کو اٹھالیں گے۔



ولی اور نبی میں کیا فرق ہے؟

سوال اولیاء اور انبیاء میں فرق کس طرح واضح کیا جائے؟

جواب نبی براہ راست خدا تعالیٰ سے احکام لیتا ہے، اور ''ولی'' اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہوتا ہے۔ کوئی ولی، غوث، قطب، مجدد، کسی نبی علیہ السلام یا صحابی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں۔

مسلمان کی تعریف

سوال مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو ماننے والا مسلمان ہے، دینِ اسلام کے وہ امور جن کا دین میں داخل ہونا قطعی تواتر سے ثابت اور عام و خاص کو معلوم ہو، ان کو ''ضروریاتِ دین'' کہتے ہیں۔ ان ''ضروریاتِ دین'' میں سے کسی ایک بات کا انکار یا تاویل کرنے والا کافر ہے۔

کشف یا الہام ہو سکتا ہے، لیکن وہ حجت نہیں

سوال اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھے کشف کے ذریعہ خدا نے حکم دیا ہے کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ اور فلاں بات کہو، ایسے شخص کے بارہ میں شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب غیر نبی کو کشف یا الہام ہو سکتا ہے، مگر وہ حجت نہیں، نہ اس کے ذریعہ کوئی حکم ثابت ہو سکتا ہے، بلکہ اس کو شریعت کی کسوٹی پر جانچ کر دیکھا جائے گا، اگر صحیح ہو تو قبول کیا جائے گا ورنہ ردّ کر دیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ سنتِ نبوی کا متبع اور شریعت کا پابند ہو، اگر کوئی شخص سنتِ نبوی کے خلاف چلتا ہو تو اس کا کشف و الہام کا دعویٰ شیطانی مکر ہے۔

توفیق کی دعا مانگنے کی حقیقت

سوال توفیق کی تشریح فرما دیجئے! دعاؤں میں اکثر خدا سے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ فلاں کام کرنے کی توفیق دے۔ مثال کے طور پر ایک شخص یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دے، مگر وہ صرف دعا ہی پر اکتفا کرتا ہے اور دوسروں سے یہ کہتا ہے کہ: ''جب سے توفیق ہو گی تب میں نماز شروع کروں گا۔'' اس سلسلے میں وضاحت فرما دیجئے تاکہ ہمارے بھائیوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا توفیق کا پردہ اتر جائے۔

جواب توفیق کے معنی ہیں کسی کارِ خیر کے اسباب من جانب اللہ مہیا ہو جانا، جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تندرستی عطا فرما رکھی ہے اور نماز پڑھنے سے کوئی مانع اس کے لئے موجود نہیں، اس کے باوجود وہ نماز نہیں پڑھتا بلکہ صرف توفیق کی دعا کرتا ہے، وہ درحقیقت سچے دل سے دعا نہیں کرتا بلکہ نعوذ باللہ! دعا کا مذاق اڑاتا ہے، ورنہ اگر وہ واقعی اخلاص سے دعا کرتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ نماز سے محروم رہتا۔

نسخ قرآن کے بارہ میں جمہور اہل سنت کا مسلک

سوال مسئلہ یہ ہے کہ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ ''علوم القرآن'' ص:۱۶۴ پر رقم طراز ہیں کہ: ''جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم میں

ایسی آیات موجود ہیں جن کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ لیکن معتزلہ میں سے ابو مسلم اصفہانی کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ تمام آیات اب بھی واجب العمل ہیں۔

ابو مسلم کی اتباع میں بعض دوسرے حضرات نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ اور ہمارے زمانے کے اکثر تجدد پسند حضرات اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ جن آیتوں میں نسخ معلوم ہوتا ہے یہ حضرات ان کی ایسی تشریح کرتے ہیں جن سے نسخ تسلیم نہ کرنا پڑے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ موقف دلائل کے لحاظ سے کمزور ہے اور اسے اختیار کرنے کے بعد بعض قرآنی آیات کی تفسیر میں ایسی کھینچ تان کرنی پڑتی ہے جو اصولِ تفسیر کے بالکل خلاف ہے۔'' یہ تو تھا تقی صاحب کا بیان۔ ادھر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری ''فیض الباری'' ج:۳ص:۱۴۷ پر فرماتے ہیں:

أَنكَرتَ النَّسْخَ رَأسًا. وَادَّعَيْتَ أَنَّ النَّسْخَ لَم يَرِدْ فِي القُرآن رَأسًا

آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں

أَعني بالنَّسخ: كَونُ الآيَةِ مَنسُوخَةً فِي جَمِيعِ مَا حَوَتْهُ بحَيثُ لَا تَبْقَى مَعمُولَةً فِي جُزئِي مِن جُزئِيَاتِهَا فَذَلِكَ عِندِي غَيرُ وَاقِعٍ وَمَا مِن أَيَةٍ مَنْسُوخَةٍ إلَّا وَهِيَ مَعمُولَةٌ بوَجهٍ مِنَ الوُجُوهِ، وَجهةٍ مِنَ الجهَاتِ، (فیض الباری ج:۳ ص:۱۴۷)

برائے کرم یہ بتائیں کہ مولانا محمد انور شاہ صاحب ؒ کے بارے میں کیا تاویل کریں گے؟ کیا یہ صریح نسخ کا انکار نہیں ہے؟ واللہ! میرا ان کے بارے میں حسن ظن ہی ہے، صرف اپنے ناقص ذہن کی تشفی چاہتی ہوں۔ نیز ناچیز لڑکیوں کو پڑھاتی ہے تو اس قسم کے مسائل میں توجیہ بہت مشکل ہوتی ہے۔ برائے کرم یہ بتائیں کہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک مندرجہ ذیل آیت کی کون سی جزئی پر عمل باقی ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿المجادلة:۱۲﴾

میرے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ اِدھر مولانا محمد تقی صاحب کا فرمان ہے کہ بجز معتزلہ یا ان کے ہم مشرب کے کسی نے نسخ کا انکار نہیں کیا، اور اُدھر دیوبند کے جلیل القدر اور چوٹی کے بزرگ یہ فرمائیں

ان النسخ لم یرد فی القرآن راساً

تو توجیہ مجھ جیسی ناقص العقل والدّین کے لئے بہت مشکل ہے، اس الجھن کو حل فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

جواب معتزلہ کے مذہب اور حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مسلک کے درمیان فرق یہ ہے کہ معتزلہ تو نسخ فی القرآن کے سرے سے منکر ہیں۔ جیسا کہ آج کل قادیانی اور نیچری بھی یہی رائے رکھتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن کریم میں جو حکم ایک بار نازل کردیا گیا اس کی جگہ پھر کبھی دوسرا حکم نازل نہیں ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ دیگر اہل حق کی طرح نسخ فی القرآن کے قائل ہیں، مگر وہ یہ فرماتے ہیں کہ آیاتِ منسوخہ کو جو قرآن کریم میں باقی رکھا گیا اس میں حکمت یہ ہے کہ ان آیات کے مشمولات میں کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی جزئی معمول بہ ہوتی ہے، یہ نہیں ہوا کہ کسی آیت کو اس طرح منسوخ کردیا جائے کہ اس کے مشمولات و جزئیات میں سے کوئی فرد کسی حال میں بھی معمول بہ نہ رہے، مثلاً: آیتِ فدیۂ صوم کا حکم ان لوگوں کے حق میں منسوخ ہے جو روزے کی طاقت رکھتے ہوں، خواہ ان کو روزے میں تکلیف و مشقت برداشت کرنا پڑتی ہو۔ مگر شیخ فانی وغیرہ کے حق میں روزے کا فدیہ اب بھی جائز ہے اور وہ اسی آیت کے تحت مندرج ہے۔ اس لئے یہ آیت اپنے بعض مشمولات کے اعتبار سے تو منسوخ ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح

موجود ہے، لیکن اس کے بعض جزئیات اب بھی زیر عمل ہیں۔ اس لئے یہ بالکلیہ منسوخ نہیں، بلکہ بعض اعتبارات و جزئیات کے اعتبار سے منسوخ ہے۔ اس کی دوسری مثال آیاتِ مناجات ہے:

یٰٓایها الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول . . . الخ۔

جو آپ نے نقل کی ہے، آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ پہلے واجب تھا، جسے منسوخ کر دیا گیا اور اس کے نسخ کی تصریح اس کے مابعد کی آیت میں موجود ہے۔ مگر اس کا استحباب بعد میں بھی باقی رہا، اس لئے اس آیت میں بھی ''نسخ بالکلیہ'' نہیں ہوا، بلکہ اپنے بعض مشمولات و جزئیات کے اعتبار سے یہ آیت بعد میں بھی معمول بہا رہی۔ الغرض حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد: ''ان النسخ لم یرد فی القراٰن راساً'' کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کریم میں نازل ہونے کے بعد کبھی کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا، جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو آیات منسوخ ہوئیں ان میں ''نسخ من کل الوجوہ'' یا ''نسخ بالکلیہ'' نہیں ہوا کہ ان آیات کے مشمولات و جزئیات میں سے کوئی جزئیہ کسی حال اور کسی صورت میں بھی معمول بہا نہ رہے، بلکہ ایسی آیات میں ''نسخ فی الجملہ'' ہوا ہے، یعنی یہ آیات اپنے بعض محتویات و مشمولات کے اعتبار سے اگرچہ منسوخ ہیں، مگر ان کے بعض جزئیات و مشمولات بدستور معمول بہا ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کی یہ تشریح خود ان کی اس عبارت سے واضح ہے جو آپ نے نقل کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ان النسخ لم یرد فی القراٰن راساً، أَعني بالنَّسخ: كَونُ الآيَةِ مَنسُوخَةً في جَمِيعِ مَا حَوَتْهُ بحَيثُ لَا تَبْقَى مَعمُولَةً فِي جُزئِي مِن جُزئِيَاتِهَا فَذَلِكَ عِندِي غَيرُ وَاقِعٍ وَمَا مِن أَيَةٍ مَنْسُوخَةٍ إِلَّا وَهِيَ مَعمُولَةٌ بوَجهٍ مِنَ الوُجُوهِ، وَجهةٍ مِنَ الجهَاتِ،

ترجمہ:... ”بے شک قرآن کریم میں نسخ بالکلیہ واقع نہیں ہوا اور اس نسخ بالکلیہ سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی آیت اپنے تمام مشمولات کے اعتبار سے منسوخ ہو جائے کہ اس کی جزئیات میں سے کوئی جزئی بھی معمول بہ نہ رہے، ایسا نسخ میرے نزدیک واقع نہیں، بلکہ جو آیت بھی منسوخ ہے وہ کسی نہ کسی وجہ اور کسی نہ کسی جہت سے معمول بہا ہے۔

اس ضمن میں آیتِ فدیہ کی مثال دینے کے بعد فرماتے ہیں:

وبالجملة جنس الفدية لم ينسخ بالكلية فهى باقية الى الاٰن فى عدة مسائل، وليس لها ماخذ عندى غير تلك الاٰية فدل علىٰ انها لم تنسخ بمعنى عدم بقاء حكمها فى محل ونحوه۔

ترجمہ:... ”خلاصہ یہ ہے کہ جنس فدیہ بالکلیہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ فدیہ متعدد مسائل میں اب تک باقی ہے اور ان مسائل میں فدیہ کا مأخذ میرے نزدیک اس آیت کے سوا نہیں، پس اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت بایں معنی منسوخ نہیں ہوئی کہ اس کا حکم کسی محل میں بھی باقی نہ رہا ہو۔

Facebook.com/MajlisEilmi
عُمرِ دراز کی نعمت
ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:
یارسول اللہ! لوگوں میں اچھا کون ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”اچھا وہ ہے جس کی عُمر لمبی اور اعمال اچھے ہوں“
(ترمذي، طول العمر للمؤمن: 2329)





اٹھارہ آدمیوں کی فتح

کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ صرف اٹھارہ آدمیوں نے ایک راجدھانی پر قبضہ کر لیا ہو۔ ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں ایک ایسا واقعہ بھی موجود ہے اور کسی دوسرے ملک میں شائد ہی اس کی نظیر مل سکے۔ یہ محمد بن بختیار کا کارنامہ تھا۔ جو ہندوستان کے پہلے بادشاہ قطب الدین ایبک کا ایک سردار تھا۔ محمد بن بختیار کے کارنامے افسانوں سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔ یہ ایک معمولی آدمی تھا پہلے اس نے غزنی میں سپاہی بھرتی ہونے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوا۔ پھر دہلی پہنچا۔ یہاں بھی اسے کوئی جگہ نہ مل سکی تو بدایوں کی طرف چلا گیا اسلامی حکومت کی مشرقی سرحد پر تھوڑی سی زمین مل گئی اور اس نے اپنے طور پر کچھ سوار بھرتی کر لیے۔ 1197ء میں چند سواروں کو لے کر ہلہ بول دیا اور تھوڑے ہی دنوں میں پورے علاقے پر قابض ہو گیا۔

قطب الدین اس زمانے میں بادشاہ تھا بلکہ سلطان محمد غوری کی جانب سے نائب السلطنت تھا۔ اسے محمد بن بختیار کے اس کارنامے کا علم ہوا تو اعلیٰ درجے کا خلعت عطا کیا اور اس کو فتح کیے ہوئے علاقے کا حاکم بنا دیا۔

اب محمد بن بختیار کو اپنی مردانگی کے جوہر دکھانے کا پورا موقع مل گیا، اس نے ایک فوج تیار کی اور بنگال کے راجا رائے لکشمن سین کی راجدھانی ندیا کا رخ کیا۔ اس کی شہرت پہلے ہی دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ نکلا تو اس تیزی سے نکلا کہ ساری فوج پیچھے رہ گئی۔ صرف اٹھارہ آدمی ساتھ تھے اسی طرح وہ شہر میں راجا کے قلعے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی پہرہ داروں پر حملہ کر دیا اور فوج کا انتظار نہ کیا، اسے یقین تھا کہ ساتھیوں کی تھوڑی تعداد کا خیال کوئی نہ کرے گا۔ سب یہی سمجھیں گے کہ بہت بڑی فوج لے کر آیا ہے۔ بے باکانہ لڑ رہا ہے اس کا یہ خیال بالکل درست نکلا۔ راجا اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ باہر سے لوگوں کی چیخ و پکار کان تک پہنچی تو حواس باختہ ہو گیا اور ننگے پاؤں بھاگا اور سنار گاؤں میں پہنچ کر دم لیا جو کسی زمانے میں ایک بڑا شہر ہوا کرتا تھا اور اب بھی خاصا مشہور ہے۔ ڈھاکہ سے کوئی تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہو گا۔ پہلے قدم پر شکست کے بعد راجا کے لیے کہیں جم کر لڑنے میں کیا صورت تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں محمد بن بختیار پورے بنگال پر قابض ہو گیا اور اپنے کارناموں کی ایسی یادگار چھوڑ گیا جو بڑے آدمیوں میں سے بہت تھوڑے انجام دے سکے ہیں۔

محمود الرشید حدوٹی

حضرت رابعہ بنت اسماعیل العدویہ بصریہ بصریٰ میں پیدا ہوئیں، بصریٰ ہی میں پرورش پائی، ان کی کنیت ام الخیر تھی، غریب خاندان اور گھرانے کی عورت تھیں، رابعہ تین بہنوں کے بعد پیدا ہوئیں، رابعہ عربی میں چوتھی کو کہا جاتا ہے، چونکہ ان کا بھائی کوئی نہیں تھا، یہ تین بہنوں کے بعد پیدا ہوئیں اس لیے انہیں رابعہ کہا گیا ہے۔

یہ ایسے گھرانے میں پیدا ہوئیں جہاں غربت ڈیرہ ڈالے ہوئے تھی، جان بچانے تک کے لیے غذا اور خوراک ان کے گھر میں موجود نہ تھی، ایک قطرہ گھی تک گھر میں نہیں تھا، رابعہ کی پیدائش پر اسے لپیٹنے کے لیے ایک کپڑا تک نہیں تھا، ان کی ماں ان کی پیدائش کے وقت بہت روئیں، اپنے شوہر کو اصرار کر کے گھر سے باہر بھیجا کہ وہ پڑوس سے کچھ لے کر آئیں، شوہر بیوی کے کہنے پر باہر جانے اور پڑوسیوں کے دروازوں پر دستک دینے کے لیے تیار ہو گیا، مگر کسی پڑوسی نے دروازہ نہیں کھولا، شوہر پریشان حال واپس لوٹا تو آنکھوں سے اشکوں کی لڑی جاری تھی، آتے ہی گھر میں نماز میں مشغول ہو گیا، تاکہ نماز کے ذریعے اپنی تنگی اور پریشانی دور کروائے، حالت نماز میں تھا کہ اونگھ آگئی، اور سو گیا، نیند کے ان لمحات میں اس نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں پریشان مت

حضرت رابعہ بصریہ

تحفہ خواتین

ہو، بے شک تمہاری بچی سیدہ اور بہت بڑے مرتبے والی ہے، اس کے ذریعے میری امت کے ۷۰ہزار آدمی شفاعت حاصل کریں گے۔ پھر انہیں حکم فرمایا کہ صبح عیسیٰ ذاذان امیر بصری کے پاس جانا اور ان کو میری زیارت کی خبر دینا اور ان کو میرا پیغام دینا کہ تو روزانہ سو رکعات نماز پڑھتا ہے اور جمعہ کی رات چار سو رکعت لیکن اس مہینے کے آخری جمعہ کی رات تو مجھ کو بھول گیا تھا، تو ان کا کفارہ چار ہزار درہم مجھے دے دے (یعنی خواب دیکھنے والے رابعہ کے والد کو) صبح کو رابعہ کا والد امیر بصریٰ کے پاس آیا اور محل کے چوکیدار اور دربان کو آپ ﷺ کا پیغام لکھا رقعہ دیا اور اس سے کہا اس کو امیر کے پاس پیش کرو، دربان نے جاکر وہ رقعہ امیر کے سامنے پڑھا تو فوراً دل میں خیال آیا کہ وہ قاصدِ رسول ہے، میں خود اس کے پاس چل کر جاؤں، تو فوراً فرمایا اس کو میرے پاس نہ لاؤ، بلکہ میں بذات خود اس کے پاس چل کر جاؤں گا، کوشش کروں گا اس کو حاصل کرنے کی، ہر اس قیمت پر جو یہ بچی چاہے گی۔

رابعہ بصریہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتدائی جوانی کی زندگی کوئی قابل رشک اور قابل فخر نہیں تھی، وہ ایک گنہ گار عورت تھی، مگر رب تعالیٰ کی توفیق سے اس نے سچے دل سے توبہ کی تو وقت کی ولیہ بن گئی، پھر دن رات رابعہ بصریہ کی یاد خدا میں گزرتے تھے، وہ اپنے مالک حقیقی کا قرب حاصل کرنے میں مشغول ہو گئی تھیں۔

رابعہ نے زہد و عبادت، ریاضت و تقویٰ کا وہ راستہ اختیار کر لیا تھا جس کے باعث زاہدوں، عابدوں اور عارفین کو بھی ان کی اس زاہدانہ، عابدانہ زندگی پر رشک آتا تھا، رابعہ کی اس خوبصورت زندگی کو دیکھ کر اس زمانے کی بہت سی عورتوں نے اپنی زندگی کو رابعہ کی زندگی میں رنگ لیا تھا، وہ رابعہ کے طور طریقے اختیار کرتے ہوئے کمال کو پہنچ گئی تھیں۔

رابعہ بصریہ عدویہ ایک قابل رشک عبادت گزار خاتون تھیں، انہوں نے اللہ کی بندگی اور عبادت بجالانے کے لیے ایک عبادت گاہ بنائی تھی، جہاں وہ نماز ادا کرتی تھیں، مناجات میں وقت گزارتی تھیں، اللہ کے ذکر میں وقت گزارتی تھیں۔

راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیتی تھیں، لگاتار روزے رکھتی تھیں، اللہ کی یاد میں رطب اللسان رہتی تھیں، گڑگڑاتی تھیں، اس سب کے باوجود کبھی زبان پر ان چیزوں کا تذکرہ نہ لاتیں اور نہ ان کمالات کو اپنی طرف منسوب کرتی تھیں، وہ اللہ کے حضور ان باتوں کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں، وہ بندگی کے تمام طور طریقے بجالانے کے باوجود اپنی کوتاہیوں، اپنے نقائص اور اپنے عیوب کا اعتراف کرتی تھیں۔

رات کے سناٹے اور تاریکی میں اٹھ کر اللہ کے حضور مشغول عبادت ہوجاتی تھیں، ساری ساری رات گزر جاتی وہ اپنے اللہ کے حضور پیش رہتی تھیں، مناجات میں مشغول ہوجاتی تھیں، فجر کی نماز تک وہ یونہی عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔

شب بھر عبادت میں گزار دینے والی رابعہ بصری ساری رات مصلے کی پشت پر گزار دیتی تھیں، جب فجر ہوجاتی تو اسی مصلے پر تھوڑی دیر کے لیے آرام کرتے ہوئے سنت مصطفےٰ زندہ کرلیتی تھیں، ستانے کے بعد آنکھ کھلتی تو اپنے نفس کو ملامت شروع کردیتی تھیں کہ اے نفس! تو کب تک سوتا رہے گا؟ عبادت کے لیے کب فراغت ملے گی؟ ایک وقت آئے گا جب تجھے لمبی تان کر سونے کا وقت ملے گا، آنکھ بند ہونے کے بعد صور اسرافیل تک تجھے لمبی نیند سونا ہے۔

رابعہ بصری کوئی ایک دودن، چار دن کے لیے اپنے رب کی عبادت وبندگی میں مشغول نہ رہتی تھی، ساری زندگی کا معمول بنالیا تھا، شبانہ مناجات میں اپنے اللہ کا قرب مانگتی تھیں، اللہ کی خوشنودی اور رضا تلاش کرتی تھیں، رات کی تاریکی چھاجاتی تو اپنے مکان کی چھت پر چلی جاتی تھیں، اور اپنے رب سے عرض کرتیں کہ اے الہ العالمین! اب تو آوازیں تھم چکی ہیں، چلتے قدم رک چکے ہیں، ہر کوئی اپنی اپنی محبوب چیزوں کے ساتھ خلوت میں جاچکا ہے، اے میرے معبود! تو ہے میرا محبوب، میں رات کے اس سناٹے، تاریکی اور خاموشی میں تیرے ساتھ مناجات کروں گی، میں اس خلوت میں تیری بارگاہ میں زاری کررہی ہوں، مجھے اس رات کی خلوت کے بدلے دوزخ کی دہکتی اور شعلہ زن آگ کی لپٹوں سے بچالینا، ان عبادت گزاریوں میں رابعہ کی وہ راتیں بھی کیا قابل رشک تھیں جب وہ ایک ایک ہزار رکعت پڑھ لیتی تھیں۔

رات عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے گھر کی چھت پر کھڑی ہو کر اپنے اوپر اپنی قمیص اور دوپٹے کو باندھتی پھر عرض کرتی یاالٰہی! ستارے روشن ہوگئے، لوگ سو گئے، بادشاہوں نے اپنے قصرہائے عالی شان کے دروازے بند کر لیے ہیں، لوگ اپنی خلوت گاہوں میں پہنچ چکے ہیں، زمین تیرے سامنے کھڑی ہوگئی ہے، اس کے بعد پھر نماز میں مشغول ہو جاتی تھیں۔

جب رات ختم ہو جاتی، صبح طلوع ہوتی تو کہتی کہ بے شک رات ختم ہوگئی، دن نکل آیا، تیری عزت کی قسم! جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا تو میری یہی عادت رہے گی اور تو اس کام پر میری مدد کرے گا، تیری عزت کی قسم! اگر تو مجھے اپنے دروازے سے دھتکارے گا تب بھی میں تیری چوکھٹ پر پڑی رہوں گی، اس لیے کہ میرے انگ انگ میں، میرے تن بدن میں تیری محبت بھری ہوئی ہے، اے

میرے رب! تو میری خوشی و مسرت ہے، تو میری آرزو،امید، سہارا، رفیق، میری مراداور میرا مطلوب حقیقی ہے۔

رابعہ بصری کے پاس ایک بار وقت کا عظیم انسان سفیان ثوری آیا، رابعہ نماز میں اس قدر مشغول ہوئیں کہ سفیان ثوری سے بات تک نہیں کی، بہت دیر گزر گئی تو سفیان ثوری کا نوکر انہیں بلانے آیااور کہنے لگا کہ کس چیز نے آپ کو یہاں بٹھار کھا ہے، سفیان ثوری کہنے لگے کہ اس نے ابھی تک میرے ساتھ بات ہی نہیں کی، خادم نے رابعہ سے بات کی کہ سفیان آپ سے ملنے آئے ہیں اور آپ نے توجہ ہی نہیں دی، کہنے لگیں بندہ جب اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور میں اللہ کی طرف متوجہ تھی، تو میں اس بات میں کیسے شک کروں کہ اللہ میری طرف متوجہ نہ تھے، پھر میں ان کی طرف کیسے متوجہ ہوتی، پھر زور سے تکبیر کہی ، اللہ اکبر کی صدا ہونٹوں پر رقصاں ہوئی اور نماز میں مشغول ہو گئیں۔

اہل علم و عرفان کہتے ہیں کہ عبادت رابعہ بصری کی زندگی کا وہ حصہ بن گئی تھی جو ان سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا، لکھنے والے منظر کشی کرتے ہیں کہ یہ ناممکن تھا کہ دعائیں، مناجات، عبادات ان سے کسی دن چھوٹی ہوں، انسانی بساط اور ہمت سے کوئی چیز باہر ہوتی تو یہ الگ بات ہے، جیسے بیماری وغیرہ، جیسے خود ان کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ بیماری کی وجہ سے تہجد اور رات کی عبادت چھوٹ گئی،اس بیماری کی وجہ سے رات کو عبادت نہیں کر سکتی تھیں، تو جو وظیفہ میں نے اپنے ذمہ کرر کھا تھا دن کو پورا کرتی تھی۔

تقویٰ اور طہارت کے بلند مرتبے پر پہنچنے والی یہ خوش نصیب عورت ایک دن اپنے والد سے کہنے لگیں کہ اباجان! میں آپ کو مجبور نہیں کرتی کہ آپ مجھے

حرام کھلائیں، ابا نے کہا کہ بیٹی! اگر مجھے حلال نہ ملے تو میں کیا کروں؟ بیٹی رابعہ نے کہا کہ پھر تقویٰ، پرہیز گاری اور اللہ کا خوف سامنے رکھیں اور کہنے لگیں، اے اباجان! ہم دنیا کی بھوک پر صبر کر لیں گے مگر آخرت کی آگ کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

رابعہ بصری عبادت وریاضت میں بہت زیادہ مشغولیت کے باعث شادی ونکاح وغیرہ کی طرف متوجہ نہیں تھیں، بہت سے لوگوں کی طرف سے انہیں شادی کا پیغام دیا گیا مگر انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی، شادی کا پیغام دینے والے لوگوں کی ایک لمبی فہرست ہے، ان پیغام دینے والوں میں کوئی گمنام اور بے نام لوگ نہیں تھے بلکہ بڑے نامی گرامی اور اپنے وقت کے عالم، فاضل، اولیاء اور نیک سرشت انسان شامل تھے۔

ایک بار حضرت رابعہ بصری سے پوچھا گیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتیں؟ تو اس سوال کے جواب میں کہنے لگیں کہ تین چیزیں مجھے پریشان کرتی ہیں، جب ان تین چیزوں کا حل مل جائے گا تو شادی کر لوں گی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اپنے رب کے سامنے پاک صاف اور کامل ایمان کے ساتھ جانا چاہتی ہوں، جس میں کسی قسم کی خرابی نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب قیامت کے دن مجھے نامہ اعمال دیا جائے تو دائیں ہاتھ میں دیا جائے۔

تیسری بات یہ ہے جب قیامت کا دن قائم ہو، اصحاب الیمین جنت میں اور اصحاب الشمال جہنم میں جائیں گے تو میں ان دونوں فریقوں میں سے کس سے ہوں گی؟ اس کا مجھے علم ہو جائے، ان تین چیزوں نے مجھے روک دیا ہے، تو لوگوں نے ان سے کہا کہ ان تین چیزوں کو تو ہم میں سے کوئی نہیں جانتا، ان کا علم اللہ کے پاس ہے، اس وقت رابعہ نے کہا کہ جب معاملہ اس طرح ہے اور میں ان تین چیزوں کی فکر میں لگی ہوئی ہوں تو میں شادی کے لیے کیسے فارغ ہو سکتی ہوں؟ اور اس کی ضرورت کیسے محسوس کروں گی؟

پاک زبان سے دعا

سمیرا عتیق، مانسہرہ

جناب عارف رومی کہتے ہیں تمہاری دعا اس لیے قبول نہیں ہوتی کہ تم پاک زبان سے دعا نہیں کرتے، پاک زبان سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم دوسروں سے دعا کراؤ، چاہے وہ گناہ گار ہوں، مگر تمہارے حق میں ان کی زبان پاک ہے۔ مولانا یوسف لدھیانوی شہید کہتے ہیں، پاک زبان سے دعا کرنے کی ایک اور صورت بھی ہے، یہ کہ کسی دوسرے مومن کے لیے دعا کی جائے، آپ کو جو چیز اپنے لیے درکار ہے، کسی دوسرے مومن کے لیے اس کی دعا کریں، تو ان شاءاللہ پہلے آپ کو ملے گی کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے جب مومن دوسرے کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! اس کی دعا قبول فرما، پھر دعا کرنے والے کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں اللہ تجھے بھی یہ چیز عطا کرے۔ ایک مومن کی دوسرے مومن کے حق میں دعا قبول ہوتی ہے۔

بزم اطفال

بادشاہ کی معافی



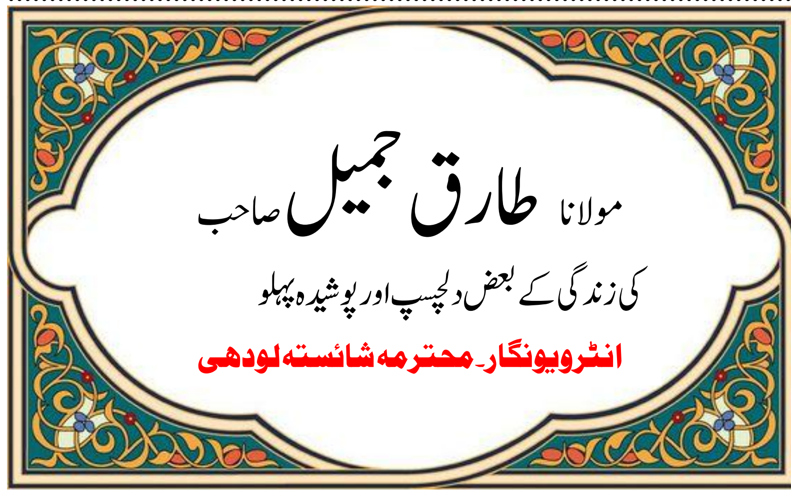
طاہر ریحان

رات کا پچھلا پہر تھا، دنیا میٹھی نیند میں تھی، ایسے میں وہ دو آدمی اپنی نیند قربان کر کے شہر کا گشت لگا رہے تھے، انہیں چوک میں کوئی کھڑا نظر آیا، وہ سرکاری لیمپ کے نیچے کھڑا تھا، یہ اس کے نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا، وہ دس بارہ سال کا ایک لڑکا ہے، انہوں نے دیکھا وہ اپنا سبق یاد کر رہا تھا، ان میں سے ایک نے کہا، کیا تم دن کے وقت مدرسے میں نہیں پڑھتے کہ رات کے وقت یہاں کھڑے سبق یاد کر رہے ہو؟ اس کی بات سن کر لڑکے کی آنکھوں میں آنسو آگئے، کہنے لگا، میرے والد مسلمانوں کے بادشاہ کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں، میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہوں، میرے والد ہمارے لیے کوئی سرمایہ نہیں چھوڑ گئے، اس لیے میری والدہ سارا دن ٹوکریاں بناتی ہیں، میں ان کو بازار میں بیچتا ہوں، اس لیے دن میں میرے پاس پڑھنے کا وقت نہیں ہوتا، میں روزانہ صبح سویرے فجر کی نماز کے بعد محلے کے قاری صاحب سے سبق لیتا ہوں، رات کو یاد کر کے صبح انہیں سنا دیتا ہوں، میرا اور خلیفہ کا فیصلہ تو اللہ کی عدالت میں ہو گا، میں وہاں بادشاہ کا گریبان پکڑ کر عرض کروں گا، یارب العزت! اس بادشاہ نے تیرے راستے میں شہید ہونے والے مجاہد کے گھرانے کی ذرا بھی خبر گیری نہیں کی، اس کے محل میں تو ہزارہا چراغ جلتے تھے، لیکن مجھے گھر میں چراغ نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری لیمپ کی روشنی میں پڑھنا پڑتا تھا۔ ان دو آدمیوں سے ایک خود بادشاہ تھا، وہ بچے کی باتیں سن کر بہت شرمندہ ہوا، اس نے آگے بڑھ کر کہا، میں ہی تمہارا بادشاہ ہوں، اے لڑکے! مجھے معاف کر دے، اگر تو نے میری شکایت اللہ تعالیٰ کے دربار میں کر دی تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا، ساتھ ہی اس نے فرمان جاری کر دیا، اس بچے اور اس کی والدہ کو شاہی محل میں جگہ دی جائے، اسے شہزادوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مکتب بھیجا جائے، دنیا اس بادشاہ کو سلطان محمود غزنوی کے نام سے جانتی ہے۔



سات براعظموں میں انسانی دلوں پر راج کرنے والا، دنیائے شہرت کی حدوں کو عبور کر جانے والا عظیم عالم دین، جس کے حسن اخلاق، دلکش، دلچسپ، دلربا، دل ودماغ کے بند دریچے کھول دینے والے بیانات نے انسانی دلوں میں انقلاب پیدا کیا، جس کی تقریروں نے انسانی دماغوں کی سوچ کے دھارے بدل ڈالے، مبلغ اسلام، عالمی شہرت یافتہ خطیب





فیس بک پر اب بہت سے لوگ کام کر رہے ہیں، فیس بک کو دیکھنے کے دوران میری نظر مولانا طارق جمیل صاحب کے اس انٹرویو پر پڑ گئی، جسے مکمل سنا تو مفید پایا، جی چاہا کہ اسے عامۃ الناس کے لیے ماہ نامہ آب حیات کے صفحات پر شائع کروں، اس انٹرویو کو میں نے فیس بک سے نقل کیا، پھر اسے کمپوزنگ کے مرحلے سے گزارا، اب طباعت سے آراستہ کرتے ہوئے اپنے ذی وقار قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ اسے ہمارے پڑھنے والوں کے لیے مفید بنائے۔ آمین یارب العالمین۔ محمود الرشید حدوٹی مدیر اعلیٰ آب حیات لاہور

شائستہ لودھی۔ ہمارے لیے یہ مشکل تھا کہ ابتدا یا آغاز کس سے کیا جائے، پھر ہم نے بڑی ہمت کر کے اپنے مہمان سے رابطہ کیا

شائستہ لودھی۔ السلام علیکم، مولانا، آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیں وقت دیا اور یہ موقع دیا۔

مولانا طارق جمیل۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شائستہ لودھی۔ مولانا جب کوئی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں آپ ہیں، جس طرح آپ کے چاہنے والے ہیں، جس طرح آپ کو فالو کرنے والے ہیں،

ہمارے جیسے لوگ جو آپ جیسے بن تو نہیں سکتے لیکن آپ کو فالو کرتے ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ جس مقام پر پہنچ چکے ہیں اس مقام پر آپ سے کوئی غلطی ہو نہیں سکتی، آپ خود اس پر کیا کہتے ہیں۔

مولانا طارق جمیل۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم، والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، وہ انسان ہی نہیں جس سے خطا نہ ہو، پھر تو میں فرشتہ بن جاؤں گا، انسان ہے ہی وہ جس سے بھول سے بھی خطا ہوتی ہے، اور جان بوجھ کر بھی خطا ہوتی ہے، اس لیے کبھی کسی کو اس طرح نہیں دیکھنا چاہیے، جیسے میں اللہ کے فضل وکرم سے مشہور ہو گیا ہوں، تو مجھ سے پیار کرنے والے مجھے ایسے دیکھیں کہ میں ہر خطا سے بری ہوں اللہ کی قسم! ایسا ہر گز نہیں ہے، ہر انسان خطا کا پتلا ہے اور اللہ سب کو معاف کرنے کے لیے اعلان کر رہا ہے، میرے بندے تو توبہ کر میں معاف کر دوں گا، اور ایک حدیث بتا دیتا ہوں، میرے نبی ﷺ نے فرمایا، کلکم خطاؤن، تم سب خطاؤں میں گھرے ہوئے ہو، وخیر الخطائین التوابون سب سے بہترین خطا کرنے والا وہ ہے جو توبہ کر لے۔ یہ تو میرے نبی کی رحمت ہے اور میرے اللہ کی رحمت میرے نبی ﷺ نے بتائی، مااصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ کوئی آدمی ایک دن میں ستر دفعہ بھی خطا کرے اور اللہ سے معافی مانگ لے ہر دفعہ تو وہ گناہ گار نہیں ہے، تو میں بھی اپنے آپ کو ایک خطا کار، گناہ گار انسان سمجھتا ہوں، روزانہ اللہ سے معافی مانگتا ہوں، توبہ کے نفل پڑھتا ہوں۔

شائستہ لودھی۔ مولانا آپ اپنے خطابات میں بہت دفعہ اپنی اہلیہ کا ذکر کرتے ہیں، اپنے گھر کا ذکر ہوتا ہے، یہ اہلیہ اپنی ماں کی پسند تھی یا خود چنی تھی؟

مولانا طارق جمیل۔ (ہنستے ہوئے) مولوی کو کون پسند پر دیتا ہے؟ بیٹا! میں نے ۱۹۷۱ء میں میڈیکل لائن چھوڑی، اس وقت ڈاکٹر ایک بہت بڑا امیج تھا اور مولوی

ایک گندگی کا کیڑا شمار ہوتا تھا، اور میں جس فیملی سے تعلق رکھتا ہوں، ہم پنجاب کے لوکل زمیندار ہیں، جو تکبر سے بھرے ہوتے ہیں، میں نے جب وہ راستہ چھوڑ کر علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے گھر سے نکال دیا، یہ ۲۳ نومبر ۱۹۷۲ء ہفتے کا دن تھا، میں ناشتہ کر رہا تھا تو میرے والد باہر سے تشریف لائے، انہوں نے دھوتی باندھی ہوئی تھی، ہم سب لوگ اس وقت دھوتی باندھتے تھے، ہماری تو بوڑھی عورتیں بھی دھوتی باندھتی تھیں، اور کھلا کرتہ پہنا کرتے تھے، مجھے دیکھتے ہی والد صاحب کا پارہ چڑھ گیا، کہنے لگے "جے توں مولوی بننا اے تے میرے گھر چوں نکل جا" (مولوی بننا ہے تو میرے گھر سے نکل جاؤ) اتنے زور سے کہا کہ میرا لقمہ ہی میرے ہاتھ سے گر گیا، تو میں بستر اٹھا کر نکل گیا، پھر میں رائے ونڈ چلا گیا، وہاں اللہ نے مجھے داخلہ دے دیا۔

جب میں فارغ ہوا تو فیملی میں رشتہ کی بات ہونے لگی، مجھے کوئی رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا، کہتے تھے "مولوی نوں رشتہ دے دیو یے؟" اتنا کچھ اللہ نے دیا ہوا تھا اس کے باوجود یہ کہتے کہ یہ تو لوگوں سے بھیک مانگ کر کھائے گا۔

میری پسند نہیں تھی، میرا ایک جگہ مستورات میں بیان ہوا، بیان کے بعد عورتیں آپس میں بات کرنے لگیں، مولانا کی شادی ہوئی ہے کہ نہیں ہوئی؟ میری بہن وہاں بیٹھی تھی، کہنے لگی کہ اس کو تو بیٹی دیتا ہی کوئی نہیں، تو میری ساس بیٹھی تھیں کہنے لگیں کیوں نہیں ہم ان شاء اللہ دیں گے، اس طرح سے بات چلی اور میرا رشتہ ہوا۔

شائستہ لودھی۔ مولانا! کیا آپ ایسی کنٹرو ور شل باتوں سے، جو کسی خاص سکالر نے کسی خاص طبقے کے لیے کہی ہوں ان سے دور رہنا چاہتے ہیں؟ آپ کے بیانات سے اتحاد، یگانگت سمجھ میں آتی ہے، آپ کے بیانات سن کر ہمیں یوں لگتا ہے

کہ اللہ ہم سے اتنا قریب ہے، اللہ کو اتنا ڈھیر سارا پیار ہے ہم سے، آپ ہمیں اللہ سے ڈراتے نہیں ہیں۔

مولانا طارق جمیل۔ (ہنستے ہوئے) دیکھو، بیٹا! اللہ تو خود سراپا محبت ہے، اس سے ڈرنا نہیں ہے اس سے پیار کرنا ہے، ہاں اپنی خطاؤں پہ ڈرنا ہے، کہ میں نافرمانی کر رہا ہوں، اللہ کی قسم! اللہ محبت کرنے والی ذات ہے، اس سے محبت کی جانی چاہیے، وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔

ایک حدیث سناتا ہوں، فرمایا یاابن آدم انی لک محب اے آدم کے بیٹے، اللہ نے مسلمان نہیں کہا، مؤمن نہیں کہا، اے مومنہ اے مسلمہ نہیں کہا، کہا اے آدم کی اولاد! اس میں سارے مسلم نان مسلم آگئے، انی لک محب، فبی حقی علیک کن لی محبا تمہیں میرے حق کی قسم تو بھی مجھ سے پیار کر، بس میں یہی سبق بانٹتا ہوں، آپس میں بھی محبتیں بانٹیں، اللہ سے بھی محبت کریں۔

اس پر مجھے آپ کے واجد قاضیؒ یاد آگئے، وہ مجھے ملنے آگئے، میں ڈیفنس میں سہیل بھائی کے گھر تھا، کہنے لگے میں کسی مولوی سے نہیں ملا، آپ پہلے مولوی ہیں جن سے میں مل رہا ہوں، کہ آپ اللہ سے ڈراتے نہیں ہیں، آپ اللہ سے ملاتے ہیں، تو اللہ خود یہ چاہتا ہے۔

شائستہ لودھی۔ اچھا مولانا صاحب! آپ جس سفر پہ ہیں یا کسی بھی آدمی کی زندگی میں ایک بہت خاص ڈیڈی کیشن ہو تو اس کی باقی دوسری چیزیں بھی سفر کرنے لگ جاتی ہیں، آپ کو کبھی احساس ہوا ہے کہ آپ کی فیملی ہے جو سفر کرتے کرتے، آپ کے نواسا نواسی، پوتا پوتی، آپ کے اپنے بچے، آپ کی اپنی اہلیہ، انہیں آپ بڑے کم میسر آتے ہیں۔

مولانا طارق جمیل۔ دیکھو، بیٹا! یہ اس امت کی ذمہ داری ہے، صرف میرے اکیلے پر نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کنتم خیر امت اخرجت للناس تم سب سے بہترین امت ہو کہ تم لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو، یہ تو اللہ نے سب کو کہا ہے جیسے نماز تو سب پر فرض ہے ، بہت سے نہیں پڑھتے تھوڑے سے پڑھتے ہیں، تو اللہ نے اس امت کی ڈیوٹی لگائی کہ تم نے میرا پیغام آگے پہنچانا ہے، تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، تم نکالے گئے ہو، کیا کرتے ہو؟ تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر بھلائیاں پھیلاتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔

لیکن میں اپنے بچوں کو اللہ کے فضل سے ٹائم دیتا ہوں، اب تو اتنی زیادہ غیر حاضری نہیں رہی، شروع میں ہوتی تھی، میں جب گھر واپس آتا ہوں تو اپنے بچوں کو محبت دیتا ہوں، پیار دیتا ہوں، میری بچوں سے دوستی ہے، اب میں ایک بزرگ کے خاکے میں تبدیل ہو چکا ہوں، لیکن میرے بیٹے میرے دوست ہیں، میری بیٹیاں میری دوست ہیں، وہ میرے ساتھ ایسے ہی بے تکلف ہیں جیسے دوست دوست کے ساتھ بے تکلف ہوتا ہے، یہی میرے نبی نے سکھایا، بچوں کو پیار دو، بیوی کو پیار دو، تھوڑی بہت کمی بیشی تو ہوتی ہے لیکن وہ کور ہو جاتا ہے، الحمدللہ

شائستہ لودھی۔ اچھا جب ٹائم نہیں ہوتا تو گھر والی کبھی شکایت کرتی ہیں؟

مولانا طارق جمیل۔ نہیں، اللہ میری بیگم کو بہت جزائے خیر دے، انہوں نے کبھی شکایت نہیں کی، ہاں جب میں گھر میں آجاؤں اور لوگ مجھے ملنے والے مجھے گھیر لیں تو وہ شکایت کرتی ہے کہ گھر میں تو ہمیں ٹائم دو، اس میں مجھ سے کوتاہی ہو جاتی ہے، جو لوگ ملنے آگئے اگر انہیں نہ ملوں تو کہیں گے یہ تو بڑا متکبر مولوی ہے۔

شائستہ لودھی۔ مولانا صاحب! اب میں جو سوال کرنے جا رہی ہوں وہ ہماری خواتین کو پسند آئے گا، مجھے بہت سی خواتین نے کہا تھا کہ مولانا صاحب سے یہ

سوال ضرور پوچھنا کہ جب مذہب دوسری شادی کی اجازت دیتا ہے تو خود انہوں نے کبھی ایسا کیوں نہیں کیا؟

مولانا طارق جمیل۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری شادی کی اجازت دی ہے ایک شرط کے ساتھ فان لم تعدلوا کہ عدل کرو، عدل نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہی ہے، ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کھیل کی چیز بنادیا ہو، جس آدمی نے دو شادیاں کیں، تین کیں، یا چار کیں اور اس نے بیویوں کے درمیان عدل نہ کیا تو وہ رات کو تہجد پڑھتا رہے اور دن کو روزے رکھتا رہے تو قیامت کے دن فالج کے ساتھ اٹھے گا، اس کی ایک پوری سائیڈ پر فالج ہو گا۔

شائستہ لودھی۔ مولانا صاحب، اتنی ساری مصروفیات میں آپ اپنی صحت کا خیال کس طرح رکھ پاتے ہیں؟ یہ تو مجھے پتا ہے، میں نے سنا ہے کہ آپ کھانا بہت کم کھاتے ہیں؟ ایک ہی دفعہ کھانا نکالتے ہیں، اس کے بعد دوسری دفعہ نہیں لیتے، اس کے علاوہ کبھی کوئی ورزش، واک، یہ ڈاکٹر نے آپ کو ایڈوائز بھی کی ہو گی۔

مولانا طارق جمیل۔ ایک تو میں ورزش کرتا ہوں، یوگا کرتا ہوں، اس میں ناغہ تو ہو جاتا ہے لیکن میری زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں سست مولوی ہوں، کہ کھا کر لیٹ جاؤں، میں نے ساری زندگی مشقت کی ہے، ویٹ بھی اٹھاتا ہوں، ورزش بھی کرتا ہوں، یوگا بھی کرتا ہوں، اور اس سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ میں کم کھاتا ہوں، حکیم سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو ہم سے پہلے بیمار ہوا کرتے تھے، جو آج بیمار ہو رہے ہیں، جو آئندہ بیمار ہوں گے یہ زیادہ کھانے کی وجہ سے، بیماریاں تو زندگی کی ساتھی ہیں، مجھے دوسٹنٹ پڑ گئے، لیکن میں بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو کھا کھا کر تباہی پھیر دیتے ہیں، ان کو کچھ بھی نہیں، اور میں اتنی احتیاط

سے کھا رہا ہوں جب سے اللہ نے مجھے دین کی طرف لگایا، لیکن مجھے ہارٹ (دل کا عارضہ) ہو گیا، یہ تو اللہ کی تقدیر ہے اس پر راضی رہنا ہوتا ہے۔

شائستہ لودھی۔ مولانا صاحب اگر میں آپ سے یہ پوچھوں کہ سارے دین کا خلاصہ کیا ہے؟

مولانا طارق جمیل۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا کہ اے معاذ میں تمہیں سارے دین کا خلاصہ بتاؤں؟ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں، میری صرف زبان استعمال ہو رہی ہے، میرا نبی فرما رہا ہے، اے معاذ! میں تجھے سارے دین کا خلاصہ بتاؤں؟ فرمایا کیا؟ آپ ﷺ نے زبان باہر نکالی، اس کو پکڑا، پھر فرمایا کفاھذا اس کو قابو میں رکھنا، وہ کہنے لگے یارسول اللہ! زبان کے بول پر بھی کوئی حساب ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ جہنم میں گرانے والی زبان ہو گی۔

شائستہ لودھی۔ مولانا صاحب، ہم سب جانتے ہیں کہ آپ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں ہوتی، آپ دل میں کسی کے لیے کوئی بغض یا کینہ نہیں رکھتے، آپ یہ بات ہم سب کو بھی بتا رہے ہوتے ہیں، لیکن ہم عوام ہیں، ہم گورنمنٹ سے شکایت بھی کرتے ہیں، ہمیں ایک کے بعد دوسرا صدر وزیر اعظم برا بھی لگتا ہے، نئے کو دیکھ کر پچھلے والے کو یاد کر کے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ بہتر تھا، اگر میں آپ سے پوچھوں کہ آپ گورنمنٹ سے خوش ہیں تو آپ کا جواب کیا ہو گا؟

مولانا طارق جمیل۔ دیکھو میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے خوش ہوں، اور پوری دنیا کے غیر مسلموں سے میری ہمدردی ہے، میرا معاملہ میرے اللہ کے ساتھ ہے، تنگی ترشی اس کی طرف سے آتی ہے، میں کبھی کسی کی برائیاں نہیں دیکھتا، چاہے

وہ حکمران ہے چاہے وہ ریڑھی چلانے والا ہے،اس لیے اللہ کے فضل سے میرا دل سب سے صاف ہے، شکوہ شکایت سے اللہ نے مجھے بچایا ہوا ہے۔

حکمران آتے ہیں جیسے ہمارے عمل ہوتے ہیں، جیسے ہمارے عمل ہوں گے ایسے ہمارے حاکم ہوں گے، چلو اگر ہمارے حکمران ہی غلط ہوں تو پھر آدمی کوئی شکایت کرے، ہمارا تو مزدور سے لے کر حکمران تک، ہمارے گیٹ کیپر سے لے کر وفاقی سیکرٹری تک اور پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان، ہر جگہ بد دیانتی اور جھوٹ اس نے تباہی پھیلا دی۔

شائستہ لودھی ۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب سے پہلے میں خود ٹھیک ہو جاؤں پھر میں دوسروں کو دیکھوں؟

مولانا طارق جمیل۔اپنی ذات سے بیٹا! سفر شروع ہوتا ہے،ایک آیت یاد آگئی، میرے محبوب! آپ اپنی ذات سے کام شروع کریں اور دوسروں کو بس اچھی بات سنائیں۔

جب نبی آئے ہی تربیت کے لیے ہیں تو ان کے راستے سے ہمیں پیغام دیا جا رہا ہے، کہ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

تو میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

شائستہ لودھی ۔بہت بہت شکریہ مولانا، بہت شکریہ۔

ہم محترمہ شائستہ لودھی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس انٹرویو کو اپنے میگزین میں شائع کر رہے ہیں، یہ انٹرویو ایس ایل ٹی وی نے کیا، سوالات شائستہ لودھی صاحبہ نے کیے، میرے خیال میں یہ انٹرویو آن لائن کیا گیا ہے۔(محمود الرشید حدوٹی)

دالیں کھایئے، وزن گھٹایئے!



دالیں دنیا کے صحت مند ترین کھانوں میں سے ہیں۔ان میں موجود فائبر، وٹامن اور معدنیات کی وجہ سے دل کی صحت بہتر رہتی ہے۔ میگنیشیم کی کمی سے دل کی بیماریوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ان کے باقاعدہ استعمال سے یہ کمی دُور ہو جاتی ہے۔دالوں میں موجود فائبر کی وجہ سے خون میں کولیسٹرول کا لیول کم ہوتا ہے۔

گوشت کا زیادہ استعمال آنتوں کی صحت کے لیے مضر ہے۔اس سے آنتوں کے کینسر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔فروٹ، سبزیاں اور دالیں کھانے سے آنتوں کی صحت بہتر رہتی ہے۔دالیں کھانے سے قبض کی شکایت بھی دُور ہوتی ہے۔ یہ فوائد حاصل کرنے کے لیے ہفتے میں کم از کم تین مرتبہ دال کھانی چاہیے۔

دالیں ذیابطیس کے مریضوں کے لیے بہترین ہیں۔ ان میں فائبر کی موجودگی کی وجہ سے مریضوں کے خون میں شوگر کی مقدار میں اضافہ نہیں ہوتا۔ دال چاول ایک پسندیدہ خوراک ہیں۔چاول اگر براؤن استعمال کیے جائیں تو سفید چاول سے بہتر ہیں۔چاول میں دال ڈال کر کھانے کے بجائے ذیابطیس کے مریضوں کو دال میں چاول ڈال کر

کھانے چاہیں۔ دال کا سوپ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ ان میں پروٹین موجود ہوتا ہے جو لوگ گوشت سے پرہیز کرتے ہیں وہ پروٹین کی ضرورت دالوں سے پوری کر سکتے ہیں۔ کئی دالوں کو ملا کر بھی پکایا جاسکتا ہے۔ دالوں میں فولاد موجود ہوتا ہے۔

فولاد سے خون کے سرخ جسیمے بنتے ہیں اور اگر فولاد کی کمی ہو تو جسم میں خون کی کمی ہو جاتی ہے۔ خواتین میں فولاد کی کمی کی وجہ سے خون کی کمی کی بیماری بہت عام ہے۔ خون کے سرخ جسیمے آکسیجن کی سپلائی کا کام کرتے ہیں اور اگر ان کی کمی ہو تو مریضوں میں تھکن کی شکایت ہو سکتی ہے۔

دالوں میں فولیٹ موجود ہوتا ہے۔ حاملہ خواتین میں فولیٹ کی کمی کی وجہ سے بچوں میں جسمانی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں لہذا ان کا استعمال مفید ہے۔ اگر آپ وزن کم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں تو دالوں کو اپنی خوراک کا باقاعدہ حصّہ بنالیں۔

دالوں میں کئی ضروری وٹامن اور نمکیات موجود ہوتے ہیں۔ جن سے پروٹین حاصل ہوتے ہیں اور چکنائی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔ ایک کپ پکی ہوئی دال میں صرف 230 کیلوریاں ہوتی ہیں۔ کم کیلوریز کا بھرپور فائدہ اٹھائیں اور وزن گھٹائیں

دین کی سمجھ حاصل کرنے کی دُعا!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔(آپ ﷺ کے واپس تشریف لانے سے پہلے) میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے (وضو کا پانی رکھا ہوا دیکھا تو) پوچھا: یہ کس نے رکھا ہے؟
آپ ﷺ کو (میرا نام) بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے (میرے لیے) دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

”اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔“ (صحيح البخاري: 143، باب وضع الماء عند الخلاء)



یہ دُعا ان الفاظ میں اپنے لیے مانگیں!

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْنِي فِي الدِّينِ

”اے اللہ! مجھے دین کی سمجھ عطا فرما۔“



آسان تفسیر پر ایک نظر

مصنف۔ جناب میاں محمد افضل صاحب

میاں محمد افضل صاحب ہمارے ان چند دوستوں میں سے ایک ہیں جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا قرآن و سنت کی اشاعت و خدمت ہے، وہ نمود و نمائش سے بچتے ہوئے عرصہ دراز سے قرآن و سنت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، ان کی دعوت پر بندہ ان کے مرکز اسلامک فاؤنڈیشن کے دفتر میں حاضر ہوا، جہاں انہوں نے تپاک سے استقبال کیا اور دیدہ و دل فرش راہ کیا، اسی ملاقات میں انہوں نے اپنی تصنیف کردہ قرآنی تفسیر مسمیٰ "آسان تفسیر" کا ایک نسخہ پیش کیا، جس پر یہ فقیر کچھ گزارشات پیش کر رہا ہے۔

بڑے سائز کے ۷۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی یہ "آسان تفسیر" میاں محمد افضل صاحب کی شبانہ روز کاوشوں کا ثمر ہے، میاں صاحب ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے روزانہ درس قرآن دینے کی سعادت عطا فرما رکھی ہے، پیش نظر تفسیر میں درس قرآن کی بھی ایک جھلک جگہ جگہ پر دکھائی دے رہی ہے۔

"آسان تفسیر" جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے عام فہم ہے، معمولی پڑھے لکھے بندے کو بھی معمولی کوشش سے سمجھ میں آسکتی ہے، میاں صاحب نے تفہیم کا عام انداز اختیار فرمایا ہے، جس سے فائدہ عام و تام ہو۔

"آسان تفسیر" آخری پانچ پاروں پر مشتمل ہے، اس جلد کا آغاز سورۃ الاحقاف سے ہو رہا ہے، جب کہ اختتام سورۃ الناس پر۔

میاں صاحب کی اس تفسیر میں بے شمار خوبیاں ہیں، بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ سراپا خوبی ہی خوبی ہے، بہر حال ایک انسان کی کاوش قلمی ہے، انسان خطاؤں کا پتلا ہے، انسانی بساط اور ہمت میں جو کچھ تھا وہ میاں صاحب نے اپنے تئیں کیا، بندہ ناچیز کی نظر سے قریباً عربی اور اردو زبان کی اکثر وبیشتر تفاسیر گزری ہیں، جن میں طول وطویل مباحث، عالمانہ نکتہ رسیاں، صرفی ونحوی تحقیقات، لغوی گتھیوں کا حل، کئی تفاسیر میں فرقوں کا رد ہے، ادیان کا تقابل ہے، مگر "آسان تفسیر" وہ اکلوتی تفسیر ہے جو ان تمام چیزوں سے دور رہتے ہوئے خالص تفسیر پیش کرتی ہے۔

آسان تفسیر میں ایک ایک آیت کے ذیل میں تفسیر لکھی گئی ہے، جو بہت طویل نہیں کہ پڑھنے والے کو اکتاہٹ میں ڈال دے اور نہ بہت مختصر کہ پڑھنے والے کو کسی اور دبستان میں جانے کی ضرورت پیش آئے، بہت ہی معتدل انداز میں افہام وتفہیم کی گئی ہے، جس کا ایک ایک حرف مشام جان کو معطر کرتا چلا جاتا ہے، پڑھنے والے کو مزید پڑھنے پر رغبت پیدا ہوتی ہے۔

کسی مصنف، کسی مؤلف، کسی انشاء پرداز، کسی ادیب اور کسی مفسر کا بڑا کمال یہ ہے کہ اس کی تحریر سے بوریت پیدا نہ ہو اور اس کام کو میاں صاحب نے بڑی دانشمندی سے کیا ہے، جی چاہتا ہے کہ اس تفسیر کو آدمی پڑھتا ہی رہے۔

میاں صاحب نے آسان تفسیر میں رطب ویابس اور ہمہ قسم کی چیزیں شامل کرنے سے گریز کیا ہے، انہوں نے قرآن کی تفسیر قرآن سے اور قرآن کریم کی تفسیر نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی صحیح احادیث سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

دور حاضر میں مسلکی بت کی پوجا کی جاتی ہے، مسلک کی اشاعت کو دین کی خدمت قرار دیا جاتا ہے، اس پر دلائل وبراہین کے انبار لگا دیے جاتے ہیں، جب کہ میاں صاحب نے پوری پوری کوشش کی ہے کہ وہ صرف اور صرف قرآنی خدمت کا فریضہ انجام دیں، اپنی تفسیر کے ذریعے قرآن کو سمجھائیں۔ اتنی بڑی تفسیر کی کوئی قیمت نہیں ہے، فی سبیل اللہ تقسیم کی جارہی ہے۔

ملنے کا پتا۔ اسلامک فاؤنڈیشن الرحمان گارڈن کینال روڈ نزد جلو پارک لاہور

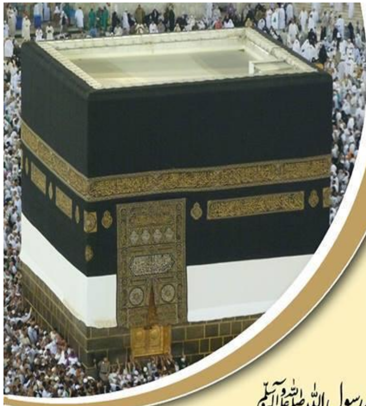


حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو شرک اور کمائی کے غلط راستوں سے روکا تو وہ (طنزیہ انداز میں) کہنے لگے:

"اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے تھے، ہم انہیں بھی چھوڑ دیں، اور مال و دولت کے بارے میں جو کچھ ہم چاہیں، وہ بھی نہ کریں۔" (القرآن، سورة هود:87)

عصرِ حاضر میں بھی قومِ شعیب کی طرح یہ شیطانی سوچ پروان چڑھ رہی ہے کہ ہم جس طرح چاہیں کمائیں اور ہماری کمائی اور مال پر ہمیں مکمل ملکیت حاصل ہے، اس کمائی اور مال سے ہم جو چاہیں کریں، کسی کو رکاوٹ ڈالنے کا اختیار نہیں۔ اس سوچ کے برعکس قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے کہ ہر مال پر اصل ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے، البتہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو عارضی ملکیت عطا فرمائی ہے، لہٰذا اللہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مال کمانے، بچا کر رکھنے، سرمایہ کاری کرنے اور خرچ کرنے پر کچھ پابندیاں لگائے تاکہ ہر شخص دولت کا حصول اور خرچ ایسے انداز میں کرے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی یا ظلم نہ ہو، معاشرے میں تقسیمِ دولت منصفانہ ہو، روپیہ گردش کرتا رہے اور ارتکازِ دولت (Concentration Of Wealth) نہ ہو۔

Fb.com/MajlisEilmi مجلسِ علمی سوسائٹی



اللہ جل جلالہ کی نگاہ میں
مسلمان کی قدر و قیمت



حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے تھے:

"(اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! مومن کی جان و مال کی حرمت و تقدس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت و تقدس سے بھی زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیے۔"

(سنن ابن ماجہ:3932، باب حرمۃ المومن ومالہ)

مجلسِ علمی سوسائٹی Facebook.com/MajlisEilmi